آزاد کشمیر میں اردو غزل

(۱۹۴۷ء کے بعد)

محمد صغیر خان/ سردار اصغر اقبال

Abstract :

The study deals with the status of Ghazal, the most popular genre of Urdu poetry in subcontinent-in post 1947 era in AZAD KASHMIR. In fact this part of Kashmir has no known literary tradition in terms of the evolution and growth of Urdu Ghazals. However, in the post partition epoch, it has nurtured and developed significant poetic works chiefly in the arena of Ghazals because of close proximity with rich traditions in the main stream literary movements around especially progressive and traditional school of thoughts .on the top of this, this land has germinated and groomed such a high class of poets who have produced poetic works of par excellence. Among the scores of poets, the researcher has selected almost thirty poets whose works are significant. The account and analysis of their works is introductory and analytical .It is to describe that this study is pioneering in nature and hopefully be beneficial to critics, literary students, common readers and researchers.

آزاد کشمیر میں اُردو غزل کی تاریخ و ارتقاء کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں ماننا ہوگا کہ 1947ء کی تحریک آزادی کے بعد ریاست کے وہ علاقے جو ڈوگرہ تسلط سے آزاد ہوئے اپنی مخصوص جغرافیائی ہیت کے سبب اس قدر ترقی یافتہ نہ تھے جیسے سری نگر، جموں یا پونچھ شہر وغیرہ۔ اسی لئے ان دورافتادہ اور پسماندہ ریاستی علاقوں میں تعلیم کی کمی بھی تھی اور معقول درسگاہوں کی تھوڑ بھی نیز پاکستان سے زمینی اتصال کے باوجود مواصلاتی ذرائع کی کمی کے باعث کسی بھی نوع کی ترقی بھی محدود تر تھی اور آمدورفت بھی کچھ زیادہ نہ تھی۔ اسی لئے ان علاقوں میں جہاں دیگر شعبہ ہائے زیست میں زیادہ ارتقاء نہ ہو پایا تھا وہاں ادبی لحاظ سے بھی یہ علاقے ریاست کے باقی حصوں سے کسی قدر پیچھے

ضرور تھے۔

''آزاد کشمیر'' کے نام سے نئی ہیت پانے والا یہ علاقہ 1947ء کے بعد ایک نئے تاریخی، معاشرتی، معاشی، سیاسی، علمی و ادبی سفر پر روانہ ہوا اور یہاں تمام شعبہ ہائے زیست میں نئی روایات کی بنیاد پڑنے کا عمل شروع ہوا۔

یوں تو کشمیر اور اُردو زباں و ادب کا تعلق بہت گہرا رہا ہے اور ریاست کے کئی علاقوں جن میں خاص طور پر سری نگر، جموں اور پونچھ شہر وغیرہ شامل تھے۔ میں ادبی سرگرمیاں کچھ اتنے تواتر سے ہوتی تھیں کہ یہ علاقے وقت کے لحاظ سے ادبی مراکز میں تبدیل ہو گئے تھے، لیکن بدقسمتی سے 1947ء میں آزاد ہونے والے علاقوں میں ادبی سرگرمیوں کا چلن کچھ زیادہ نہ تھا، البتہ یہ ضرور ہوا کہ 1947ء کے بعد آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفرآباد جو ماضی میں صوبہ کشمیر کا حصہ رہا، اسی طرح میرپور جو جموں کا حصہ تھا اور راولاکوٹ جو ریاست پونچھ کا ایک اہم قصبہ تھا، سمیت دیگر علاقوں میں ادبی روایت کا آغاز ہوا۔

آزاد کشمیر میں نمو پذیر ہونے والی ادبی روایت اگرچہ ہمہ جہت تھی، لیکن اس میں شعر و سخن کا پلہ بہرحال بھاری تھا۔ یہ امر ایک حقیقت ہے کہ اگر کسی علاقے میں اُردو شعر و سخن کا چلن ہو تو اس میں غزل کا مقام سب سے بلند ہونا عین فطری ہوتا ہے کہ اُردو شاعری کو اگر اُردو ادب کا عطر کہا جاتا ہے تو اُردو غزل کو اس عطر کا عطر مانا جاتا ہے۔

آزاد کشمیر میں اُردو غزل کو رواج دینے والے شعراء میں اوّلیت ان لوگوں کو حاصل ہے، جو 1947ء سے پہلے ہندوستان و پاکستان کے کچھ علاقوں، شہروں یا پھر ریاست کے نسبتاً ترقی یافتہ علاقوں میں کسی بھی غرض سے مقیم رہے۔ آزاد کشمیر میں اُردو شاعری بالخصوص غزل کے ارتقاء کا جائزہ لیا جائے تو جو نام سب سے زیادہ قدامت و اہمیت رکھتا ہے، وہ آزر عسکری کا ہے۔ آزر عسکری ایک خوش گو اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کے اپنے کہے کے مطابق اُنہوں نے اُردو شاعری کا آغاز 1932ء میں کیا۔ (۱)۔ وہ حفیظ جالندھری کے بھی شاگرد رہے اور ڈاکٹر بشیر محمد خان اور قیس شیروانی سے بھی استفادہ کیا (۲)۔

آزر عسکری 1947ء کے بعد مظفرآباد آن بسے، ان کا واحد شعری مجموعہ ''کشت زعفران'' کے نام سے چھپا۔ وہ بنیادی طور پر طنزیہ و مزاحیہ شاعر تھے، لیکن اُنہوں نے غزل بھی کہی اور خوب کہی۔ ان کی غزل اپنے عہد کے تمام خصائص کی حامل ہے، ان کی 9141 میں کہی غزل کا انداز یوں ہے

دل اگر رنگینیِ اصنام پر مائل نہیں
یہ سمجھ لو زندہ رہنے کا کوئی حاصل نہیں
غیر کی دھمکی میں آ جائے وہ اپنا دل نہیں
عشق کی تعمیر میں بود اپنا شامل نہیں (۳)

اک نگاہ لطف کیسا پھیلا گئی
کل شکایت کی عمارت ڈھا گئی
رخ پہ اپنے مردنی کیوں چھا گئی
جس سے ڈرتے تھے وہی رات آ گئی (۴)

اُنھوں نے مزاحیہ غزل بھی لکھی ہے، ان کی سنجیدہ غزل روایت سے جڑی ہوتی ہے۔

آزاد کشمیر میں اُردو غزل کی روایت کو آگے بڑھانے والوں میں ایک بنیادی نام ضیاء الحسن ضیاء کا ہے، وہ چراغ حسن حسرت کے برادرِ حقیقی تھے۔ وہ بنیادی طور پر صحافی تھے، لیکن شعروسخن سے ان کا تعلق بہت گہرا تھا۔

وہی حسرت وہی ویرانی دل
نہ ہم بدلے نہ بدلا رنگ محفل
خرد گھبرا گئی راہ وفا میں
جنوں بڑھتا گیا منزل بہ منزل (۵)

اسی طرح ان کی خوبصورت غزل کا ایک روپ یہ ہے:

ایک ہنگامہ سر کون و مکاں ہے ساقی
زندگی اہل محبت پہ گراں ہے ساقی
وسعت دہر ہے تشریح کتاب ہستی
کہیں نغمہ کہیں فریاد و فغاں ہے ساقی (۶)

آزاد کشمیر کی ادبی تاریخ میں ایک قابل لحاظ نام پروفیسر امین طارق قاسمی کا ہے۔ آپ 30 اگست 1930ء کو پونچھ کے علاقے حویلی میں پیدا ہوئے۔ آپ مذہبی و علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اُنھوں نے پہلے دیوبند سے تعلیم پائی اور پھر پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا۔ وہ ابتداء سے ہی شاعری کرتے تھے۔ 1947ء میں جب تحریک آزادی کشمیر کا آغاز ہوا تو اُنھوں نے انقلابی نظمیں و ترانے لکھے جو ہر جلسے میں گائے جاتے تھے۔ تب ڈوگرہ حکومت نے اُن کے سر کی قیمت 500 روپے مقرر کر رکھی تھی۔ بعد میں اُنھوں نے حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کے طرز اور بحر میں ایک منظوم کتاب ''جہادِ کشمیر'' لکھی جو خاصے کی چیز ہے۔ امین طارق قاسمی نے جہاں دیگر اصناف میں طبع آزمائی کی، وہاں غزل کے گیسو بھی سنوارے۔ ان کا مجموعہ غزل ''مالا میں دھاگہ'' کے نام سے کچھ عرصہ قبل شائع ہوا۔ ان کی غزل روائتی انداز واسلوب کی حامل ہے۔ 1948ء میں کہی ان کی غزل ان کی حب الوطنی کی مظہر ہے:

دشت جب راس نہ آیا تو چمن یاد آیا
اک آوارۂ غربت کو وطن یاد آیا
بھر گیا شہر کے انداز تکلف سے دل
اور پھر شدت احساس میں بن یاد آیا
سرزمین گل و لالہ پہ نظر جا کے پڑی
جب شہدان محبت کا کفن یاد آیا (۷)

ان کی غزل میں غم جاناں کے علاوہ غم دوراں کا بیاں بھی ملتا ہے:

درحقیقت اہل دل پر ہے یہ احسان حیات
اس جہانِ رنگ و بو کا غم ہے عنوان حیات
زندگی ہے درحقیقت ایک مجبوری کا نام
ابن آدم کے مقدر میں ہے زندانِ حیات

امین طارق قاسمی کے ہم عصروں میں ایک اہم نام پروفیسر عبدالعلیم صدیقی کا ہے۔ عبدالعلیم صدیقی یو۔پی کے علاقے سلطان پور میں پیدا ہوئے۔ 1947ء کو ہجرت کا مزا چکھا۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا اور آزاد کشمیر کا رخ کیا اور کئی سال تک یہاں مختلف کالجز میں تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ پھر مدتوں پرنسپل بھی رہے۔ وہ پیدائشی شاعر تھے، انہیں اُردو کے علاوہ فارسی پر حد درجہ عبور حاصل تھا۔ اسی لئے اُنہوں نے علامہ اقبال کے سارے فارسی کلام کو منظوم اُردو ترجمہ کا قالب پہنایا۔ ان کی اس اہم کاوش کو اہل علم حلقوں میں بہت سراہا گیا۔

اقبال کے علاوہ اُنہوں نے مولانا روم و شیخ سعدی کے کلام کا بھی خوبصورت ترجمہ کیا۔ وہ خود شاعر ہی نہیں شاعر ساز بھی تھے۔ اُنہوں نے آزاد کشمیر میں ادبی رجحانات کو پروان چڑھانے میں بھرپور کردار ادا کیا اور بے شمار شعراء کی تربیت کی۔ ان کا مجموعہ کلام ''نہاں خانہء دل'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ یوں تو اُنہوں نے ہر صنف شعر میں کہا اور خوب کہا، لیکن ان کی غزل قابل توجہ ہے۔ ان کی غزل کے حوالے سے پروفیسر مسعود احمد لکھتے ہیں کہ ''ان کی غزل کے موضوعات اگرچہ روائتی ہیں، تاہم اس کا لب ولہجہ منفرد ہے اور مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ غزل کسی شدید تاثر کی ترجمان ہے اور تاثر کے بغیر شاید اُنہوں نے محض شوق سے کوئی شعر ہی لکھا۔ ان کی غزل میں تاثر کی شدت ہر جگہ نظر آتی ہے، گویا وہ اپنی زندگی میں جن نشیب و فراز سے اور کیفیات سے گزرے، وہی ان کی شاعری میں منعکس ہو رہی ہے۔ شعر برائے شعر ان کا مقصد کبھی نہیں رہا''۔ (۸)

عبدالعلیم صدیقی کی غزل کا انداز یوں ہے:

لائی ہے خبر صبا اور طرح کی
مشرق کے افق پر ہے ضیا اور طرح کی
بیمار شفا پائے گا اے چارہ گرو کیا
دکھ اور طرح کا ہے دوا اور طرح کی (۹)

اسی طرح صدیقی غم دوراں کا بیان یوں کرتے ہیں:

اک خموشی ہے بے انتہاء دوستو، ایک سناٹا ہے بے کراں دوستو
راہیں افسردہ ہیں منزلیں منتظر، قافلے کھو گئے ہیں کہاں دوستو
ہر ستم اپنی جان حزیں پر سہیں، کتنے بے رحم پہرے زبانوں پہ ہیں
وقت اس درجہ کیونکر ہے ہم سے خفا زندگی اس قدر سرگرداں دوستو (۱۰)

محبت کا روائتی مضمون عبدالعلیم صدیقی کے اشعار میں یوں ڈھلتا ہے:

بے تابی کو نہ حد سے گزر جانا چاہیے
دل کو کسی بہانے سے بہلانا چاہیے
یہ کیا کہ جا کے آگ میں پروانہ جل بجھے
ہاں، لے کر آب و تاب اسے لوٹ آنا چاہیے (۱۱)

عبدالعلیم صدیقی نے خود ہی غزل نہیں کہی بلکہ غزل گوشعراء کا قافلہ بھی تیار کیا جن میں وقت کے معروف و نامی گرامی شعراء شامل ہیں۔ان لوگوں نے آزادکشمیر میں کشت غزل کی آبیاری کے لئے مقدور بھر محنت کی۔

آزادکشمیر کے شعر و ادب میں بے مثال محنت وعمل کی نظیر، ڈاکٹر صابرآفاقی کو کہا مانا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صابر آفاقی 1933ء میں مظفرآباد کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ڈاکٹر صابرآفاقی کچھ عرصہ تک احسن مارہروی اور حضرت ابرارحسنی گنوری سے اصلاح لیتے رہے۔صابرآفاقی نے تنقید، تاریخ، شعروادب، لسانیات، فلسفہ، تصوف وثقافت سمیت بہت سے موضوعات پر لکھا۔

صابرآفاقی واقعی ہفت زباں شاعر تھے۔ اُنہوں نے اُردو کے علاوہ فارسی، پنجابی، پہاڑی گوجری اور کشمیری میں شاعری کی۔ اُنہوں نے اُردوشعر میں مروّج اصناف میں طبع آزمائی کی تو ساتھ ہی کچھ قدیم اصناف جن میں ''کہہ مکرنی'' خاص طور پر شامل ہے، کو نیا روپ دیا۔ ان کے اُردوشعری مجموعوں میں ''شہرتمنا''، ''سارے جہاں کا درد''، ''نئے موسموں کی بشارت'' اور ''ہمہ آفتاب بینم'' خاص شہرت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ صابرآفاقی کی شاعری کے متعلق کہتے ہیں کہ ''صابرآفاقی کی غزل ہو، نظم یا قطعہ..... میں نے ہر جگہ اس کے کلام میں ملائمت، خلوص اور پاکیزگی محسوس کی۔ اس لہجے میں تہذیب کی وہ روح پائی جاتی ہے جو صدیوں کے تجربے سے پہلے فارسی غزل میں اور اس کے بعد اُردوغزل میں پیدا ہوئی''۔ (۱۲)

شاعر مزدور احسان دانش کے خیال میں ''صابرآفاقی کا شعور بیدار اور احساس شدت آشنا ہے۔ جب وہ کسی مسئلے یا منظر پر سوچتے ہیں تو ان کی نظر میں داخلیت اور خارجیت دونوں ایک وقت اپنے خدوخال سے نقاب اٹھا دیتی ہیں اور ان کی الفاظ ساز فیکٹری میں تخلیقی ہنگامہ آرائی ہونے لگتی ہے''۔ (۱۳)

حکیم محمد سعید کا صابرآفاقی کی غزل سے متعلق کہنا ہے کہ ''چونکہ ان کی شاعری کی اساس کلیتاً محبت پر ہے، اس لئے اس میں امن سے محبت، وطن سے محبت، انسانیت سے محبت اور محبوب سے محبت کے بہت سے گوشے جگمگ کرتے دکھائی دیتے ہیں...... اور محبت کا کردار انفرادی نہیں اجتماعی اور آفاقی ہے اور غالباً صابر کے ساتھ آفاقی کا اضافہ ان کی محبت کے اسی کردار کی نمائندگی کرتا ہے''۔(۱۴)

امجد اسلام امجد کا کہنا ہے کہ ''غزل کے حوالے سے نئے الفاظ کے استعمال ان کے نئے شیڈز تلاش کرنے یا نئی ترکیبیں وضع کرنے میں بھی وہ جھجک محسوس نہیں کرتے اور یوں نئی دسترس اور تازہ کاری کا ایک نیا امتزاج تخلیق کرتے ہیں''۔(۱۵)

جناب بیدل حیدری کا کہنا ہے کہ ''ڈاکٹر صابرآفاقی اہل زبان نہیں ہیں اور نہ ان کو اہل کمال ہونے کا دعویٰ

ہے، لیکن ان کے کلام میں زبان اہل زبان کی اور کمال اہل کمال کا پایا جاتا ہے''۔ (۱۶)

صاحبان نور ونظر سے بے حد احترام وتوصیف پانے والے صابر آفاقی نے غزل کہی اور خوبصورت کہی:

ہمدمو! وصل یار کیا ہو گا
آسماں سازگار کیا ہو گا
کارِرواں سست، راستہ دشوار
منزلیں پرغبار، کیا ہو گا

-o-

پھر چلے آئیں سربام کہ دنیا دیکھے
مدتیں بیت گئیں آپ کا جلوہ دیکھے
تختہء دار کا اوج اس کا صلہ ہے صابر
آج کے دور میں شخص بھی اونچا دیکھے (۱۷)

صابر آفاقی کا غزل کا انداز ایسا تھا:

یوں آج جست برق بلاخیز مجھ سے ہے
شکوہ نگہ کو ہے کہ قدم تیز مجھ سے ہے
کڑوا نہیں کہ لوگ دوا جان کر پئیں
میٹھا ہوں ان کو اس لئے پرہیز مجھ سے ہے
غالبؔ سے کل بیانِ سحرزا کا شہرہ تھا
مشہور آج شعر دل آویز مجھ سے ہے

-o-

یہ مجموعہ ہے غزلوں کا وہ گجرا تازہ پھولوں کا
اب تیرے ذوق پہ بات رہی یہ ہار اٹھا، وہ ہار اٹھا
جاں دینی تھی جس عاشق نے وہ رقص کناں مصلوب ہوا
اس شان سے آنا پھر کس نے اب تو یہ رسم دار اٹھا

-o-

شعر میں تاثیر نکلے گی ضرور
فکر کی تنویر نکلے گی ضرور
صابر اقلیم سخن میں آمیزش
آپ کی جاگیر نکلے گی ضرور (۱۸)

اپنے نظریہ عشق کے متعلق ڈاکٹر صابر آفاقی لکھتے ہیں کہ ''عملی طور پر مجھے عشق کرنے کا تجربہ نہیں ہوا، یہی وجہ ہے کہ میرے کلام میں رسمی عاشقانہ مضامین تو ملیں گے، لیکن معاملات عشق و محبت اور لب رخسار کے مضامین کم ملیں گے۔ میں فرد کی محبت سے زیادہ نوع انسانی سے محبت کرنے والا آدمی ہوں''۔ (۱۹)

صابر آفاقی کا یہ نظریہ عشق ان کی غزل میں جابجا نظر آتا ہے، وہ کہتے ہیں:

زمیں ہی اپنا مسکن ہے ستارے کا نہیں سوچا
ملا گر جام آدھا بھی تو سارے کا نہیں سوچا
نفع ملتا نہیں ہے کاروبار عشق میں اس کو
کہ جس نے منفعت سوچی خسارے کا نہیں سوچا

کشمیر اور اس کی حالت زار بھی صابر کی غزل کا موضوع رہی ہے:

تیار ہو رہی ہے یہاں بے سروں کی فصل
اُگتی ہے میرے دیس میں اب بے گھروں کی فصل
تاریخ میں رہی ہیں کہاں خشک سالیاں
کٹتی رہی ہمیش ہی دانش وروں کی فصل
باہر سے اتنی وحشتیں تھوڑی ہی آتی ہیں
میرا کسان کھاتا ہے اپنے گھروں کی فصل

آفاقی کا خیال ہے کہ:

صبا جب نامہ بر ہوتی نہیں ہے
اسے میری خبر ہوتی نہیں ہے
غزل دل کے دریچے کھولتی ہے
غزل تو بے اثر ہوتی نہیں ہے (۲۰)

صابر آفاقی دراصل بلند وژن کے حامل بے حد صاحب مطالعہ شخص تھے۔ اس کارن ان کی غزل کا انداز و سواد عمومی چلن سے ذرا مختلف ہے۔ سچ یہ ہے کہ ان کی غزل اور شاعری کی ابھی ویسی تفہیم ہوئی ہی نہیں جس کی وہ حقدار ہے۔ جب بھی ایسا ہوا صابر کی غزل کی نئی نئی پرتیں کھلیں گی۔ مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ صابر آفاقی نے آزاد کشمیر میں غزل کو آبدار و تابدار بنانے میں بھرپور حصہ لیا ہے۔

صابر آفاقی کے عہد کے ایک اور استاد شاعر جناب اکرم طاہر ہیں، جو غالباً مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے یہاں آئے اور تعلیم و تدریس سے وابستہ ہوئے۔ اکرم طاہر ایک خوشنوا شاعر تھے۔ اُنہوں نے آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں میں تعیناتی کے دوران فکرِ شعر و سخن عام کیا۔ وہ بنیادی طور پر نظم کہتے تھے۔ بچوں کے لئے لکھی ان کی نظمیں بہت مشہور ہوئی ئیں۔ ''پھول پھول تتلی'' ان کا اعلیٰ انعام یافتہ مجموعہ کلام ہے۔

اس کے ساتھ ہی اُنہوں نے غزل کہی اور خوب کہی:

نہ تو جینا ہی مجھے آیا نہ مرنا آیا
کوئی بھی کام سلیقے سے نہ کرنا آیا
کہکشاں، قوسِ قزح، پھول پہ بیٹھی تتلی
ان کو دیکھا تو حسینوں کو سنورنا آیا (۲۱)

اکرم طاہر کی غزل کا ایک اور انداز یوں ہے:

شاخ آہو پہ برات اپنی ہے
ہم نے چاہا تھا کہ ہو گھر اپنا
کیسے انسان ہیں اس بستی کے
جن کے کندھوں پہ نہیں سر اپنا

-o-

بڑی مدتوں سے سلام ہے نہ پیام ہے
مری لوحِ دل پہ رقم مگر ترا نام ہے
مرے اس کے رشتۂ عجیب موڑ پہ آ گئے
وہی مری تیغ بھی ہے جو میری نیام ہے (۲۲)

اکرم طاہر ایک بے حد علمی شخصیت ہیں۔ اُنہوں نے آزاد کشمیر میں شعر و ادب کے فروغ میں بھرپور کردار ادا کیا۔

آزاد کشمیر میں غزل کے سفر کو پورے اعتماد سے آگے بڑھانے والوں میں ایک بہت ہی اہم نام پروفیسر نذیر انجم کا ہے۔ پروفیسر نذیر انجم ترقی پسند خیالات کے حامل وطن دوست شخص و شاعر تھے۔ معروف ادیب قدرت اللہ شہاب کا کہنا ہے کہ ''نذیر انجم کا نہایت اعلیٰ و ارفع کلام قلب و روح کے احتظاظ کا باعث بنتا ہے۔ ان کے کلام کی نمایاں بات ظلم اور ناانصافی کے خلاف ان کا بہادرانہ مزاحمت کا رویہ ہے''۔

مشہور شاعر حبیب جالب لکھتے ہیں کہ ''نذیر انجم ظلم و جبر کی زنجیریں توڑنا اور وادی غنچہ وگل کشمیر کو آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے شعروں کو پڑھ کر آنکھیں بھی بھیگتی ہیں اور نظام زر سے لڑنے کا حوصلہ بھی پیدا ہوتا ہے''۔

فارغ بخاری کی رائے میں ''نذیر انجم کوئی ڈھکا چھپا نام نہیں۔ ایک عرصے سے ملک کی وقیع ادبی پرچوں میں ان کا کلام شائع ہو رہا ہے۔ وہ صرف ترقی پسند ہی نہیں بلکہ ان کے تیور تو بالکل انقلابی لگتے ہیں''۔

جمال نقوی کا خیال ہے کہ ''نذیر انجم کی شاعری میں زندگی کی تلخی کا پرتو بھی ہے اور دروں بینی بھی''۔

محسن بھوپالی کا خیال ہے کہ ''نذیر انجم کو زبان و بیان پر قابل رشک حد تک قدرت حاصل ہے۔ ان کا کلام انقلابی جدوجہد کے لئے کی جانے والی مزاحمتی شاعری کی آئینہ دار نظموں اور غم دہر اور غم ذات کی ترجمان غزلوں کا ایک خوبصورت اور نمائندہ مجموعہ ہے''۔

امجد اسلام امجد لکھتے ہیں کہ ''نذیر انجم کشمیر کے صف اوّل کے شاعر ہونے کے علاوہ وہاں کی نئی نسل کے ہیرو بھی ہیں، ان کے اشعار کشمیر کی مزاحمتی تحریک کا اہم حوالہ تصور کیے جاتے ہیں''۔ (۲۳)

یہ بات پورے اعتماد سے کہی جا سکتی ہے کہ نذیر انجم آزاد کشمیر کی مزاحمتی شاعری کا سب سے بڑا نام و حوالہ ہیں۔ ان کے اشعار زبان زدِعام ہیں، ان کی غزل میں روایت و جدت کا خوبصورت امتزاج ملتا ہے۔ اُنہوں نے آزادی و انقلاب کے گیت گاتے، لیکن شاعری کو کبھی بھی نعرہ بازی نہ بننے دیا۔ اُنہوں نے فنی رموز اور ملائمیت کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ نذیر انجم پانچ شعری مجموعوں ''پلک پلک زنجیر''، ''کرن کرن تصویر''، ''نفس نفس تعزیر''، ''دھواں دھواں تحریر'' اور ''لہولہو کشمیر'' کے خالق ہیں۔ ان کا سارا شعری سرمایہ ''قرض سخن'' کے نام سے کلیات کی صورت شائع ہوا ہے۔

نذیر انجم کی غزل کا تیور کچھ ایسے ہیں:

شہید ناوک و تیغ نگاہِ یار ہیں ہم
بلاکشانِ محبت کی یادگار ہیں ہم
کچھ ایسے گزری ہے بے چہرگی میں عمر اپنی
کہ اپنے آپ سے بے طرح شرمسار ہیں ہم

نذیر انجم کی ترقی پسندانہ فکر غزل کا عنوان یوں بنتا ہے:

بنتا رہا سدا کوئی محرومیوں کے خواب
کوئی ہتھیلیوں پہ اگاتا رہا گلاب
پندار فقر گرچہ انا کا فریب ہے
شان و شکوہِ قیصری بھی ہے فقط سراب

-o-

جو صداقت کی رہِ سخت کے رہگیر ہوئے
ہفت گردوں انہیں لوگوں کے قدم گیر ہوئے
کہیں بے تیغ و سناں پرچم نصرت نہ کھلاؤ
بربط و نَے سے کبھی قلعے نہ تسخیر ہوئے

نذیر انجم کی غزل کا ایک انداز:

جوتلاطم سے آشنا نہ ہوتے
وہ سفینوں سے کے ناخدا نہ ہوتے
جو اسیر طلسم ذات رہے
وہ کبھی دہر آشنا نہ ہوتے (۲۴)

ڈاکٹر فہیم اعظمی نذیر انجم کی شاعری کو یسیاریت کی موثر آواز قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''قرض سخن'' کی زیادہ تر

نظمیں اور غزلیں رومانی پس منظر کی غماز ہیں۔ ان کی نظموں اور غزلوں میں پرشکوہ الفاظ کو نگینوں کی طرح مصرعوں میں جڑ کر مرصع کاری کی گئی ہے''۔(۲۵)

نذیر انجم کی غزل ترقی پسندانہ شعر و ادب کا ایک ہم ستون ہے۔ وہ آزاد کشمیر کی حد تک اس فکری تحریک کے سب سے بڑے علمبردار ہوئے ہیں۔

نذیر انجم کی فکری تحریک سے ہی کسی قدر تعلق رکھنے والے ایک اور اہم شاعر افتخار مغل ہوئے ہیں۔ افتخار مغل بنیادی طور پر دبستان فنون سے وابستہ وتربیت یافتہ تھے۔ اسی لئے ان کے ہاں فنی ٹھہراؤ کا عنصر کافی زیادہ پایا جاتا ہے۔ افتخار مغل ایک پرگو اور زورآور شاعر ہوئے۔ ان کے کلام میں تازہ کاری بھی ہے اور روایت سے نسبت بھی پائی جاتی ہے۔

''لہولہو کشمیر'' افتخار مغل کا کشمیر سے متعلق نظموں کا مجموعہ ہے، جبکہ ''انکشاف'' ان کا مجموعہ کلام ہے، جس کا ایک بڑا حصہ غزلیات پر مشتمل ہے۔

جناب احمد ندیم قاسمی، افتخار مغل کی غزل سے متعلق لکھتے ہیں کہ ''قدیم و جدید اُردو اور فارسی غزلوں میں سے اگر بے مثال ....سراسر بے مثال اشعار کا انتخاب کیا جائے تو ان میں افتخار مغل کا یہ شعر بہرصورت شامل ہوگا:

یہ دیکھ کر، مری حیرت کی انتہا نہ رہی
کہ میں نے ہاتھ بھی پھیلا دیا، مرا بھی نہیں (۲۶)

وہ مزید لکھتے ہیں کہ ''غزل شاعری کی قدیم صنف سخن ہے اس لئے ہر دور کی غزلوں میں موضوعات کی تکرار پر اعتراض کرنا بے معنی ہے۔ کیونکہ صرف اپنا اپنا اندازِ اظہار ہی ہر شاعر کی اپنی پہچان قرار پاتا ہے۔ یہ ناگزیر تکرار افتخار مغل کے کلام میں بھی موجود ہے۔ مگر خاص اپنے اسلوب میں بات کہنے کی جو قدرت اسے حاصل ہے، اس کی برکت سے وہ منفرد ہے۔ مثلاً غزلوں میں اس موضوع کے بیشمار اشعار موجود ہیں، مگر افتخار مغل کے اسلوب اظہار نے اس کو سراسر نیا رخ دے دیا ہے:

ہمیں تباہ تو ہونا تھا اپنی اپنی جگہ
طویل جنگ تھی، اور جنگ بھی انا کی تھی

افتخار مغل کی غزل میں میؔر سے محبت کچھ اسقدر وفور سے پائی جاتی ہے کہ انسان دورانِ مطالعہ ششدر رہ جاتا ہے۔ اس حوالے سے احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں کہ ''میؔر کا مرکزی موضوع محبت ہے اور افتخار مغل کی غزل بھی اس محور پر رواں ہے۔''

میں کس شدت سے اس کو سوچتا ہوں
وہ میری شدتوں سے ڈر گیا تو

قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ

افتخار مغل ایک جیتا جاگتا شاعر ہے۔ غزلوں کے اشعار میں لہولہان کشمیریوں صورت پذیر ہوا ہے۔

خون کی گونگی گواہی سے بچو یہ مٹ کے بھی
وقت کے محضر پہ اپنی بے کسی لکھ جائے گا

-o-

اس قدر سہم گئے دیکھ کے مقتل کو جو تم
تم نے شاید مرا کشمیر نہیں دیکھا ہے

افتخار مغل کی غزل نذیر انجم کے بعد روایت سے ہٹی، مگر روایت سے جڑی ایک زندہ غزل ہے۔ وہ یقیناً ترقی پسند فکر ادب سے کسی قدر متاثر ہوتے ہیں، لیکن اُنہوں نے اپنی غزل کو حد سے زیادہ بلند آہنگ ہونے دیا نہ فنی طور پر کسی بے ربطی کا شکار۔ ان کی غزل میں عہد حاضر اور دورِ قدیم کے معروف شعراء اقبال، غالب، فیض اور فراز کے اثرات تو پائے جاتے ہیں، مگر ان کی انفرادیت بھی بہر حال موجود ہے۔ افتخار کی غزل کا اسلوب و انداز جداگانہ بھی ہے اور اعلیٰ شعری روایت سے پیہم بھی:

لہو کو شعر بنا لیں تو اس کی باتیں ہوں
بیاض زخم نکالیں تو اس کی باتیں ہوں
وہ خود جگے مرے شعروں میں جوت بن کے کبھی
نہ یہ کہ جوت جگا لیں تو اس کی باتیں ہوں (۲۷)

یہ جو اک ڈولتا ستارہ ہے
یہ مرا آپ کا ستارہ ہے
کون یوں جاگتا ہے رات گئے
میں ہوں یا صبح کا ستارہ ہے
میری مٹی بھی کہکشاں کا غبار
میری بھی کیمیا ستارہ ہے (۲۸)

افتخار مغل صاحب اسلوب غزل گو ہوئے ہیں۔ آزاد کشمیر میں اُردو غزل کی تاریخ میں اُن کا مقام بلاشبہ بہت بلند گنا مانا جا سکتا ہے۔ افتخار مغل کے ہم قدم و ہم عہد شعرائے غزل میں ایک اہم نام مخلص وجدانی کا ہے۔ مخلص، ڈاکٹر صابر آفاقی کے برادرِ اصغر ہیں۔ وہ اُردو کے علاوہ گوجری میں خوبصورت لکھتے ہیں۔ ان کا گوجری مجموعہ کلام ''زیرا'' بہت مقبول ہوا ہے۔ ''صلیبوں کا شہر'' ان کا اُردو مجموعہ کلام ہے۔

آصف ثاقب، مخلص وجدانی کی غزل کے متعلق کہتے ہیں کہ

> ''مخلص وجدانی نے بھی غزل میں خلوص فن کاری ایسا زنجیر کر رکھا ہے کہ دیکھا چاہیے۔ اس کے شعر میں ذہن کا کرب، گرد و پیش کا غم، مجبوریوں، معذوریوں کا ماتم، دل میں تیر بن کر ترازو ہو جانے والے پیرایوں میں آ موجود ہوا ہے''۔ (۲۹)

آصف ثاقب مزید لکھتے ہیں کہ ''اس کا شعری مسلک تغزل کو ناروا مصلحتوں کا قیدی نہیں بنانا چاہتا........مخلص کی غزل میں بیشمار نفسیاتی، واقعاتی وارداتی عوامل کا اجتماع ہو رہا ہے۔ یہ دل کو لبھاتا بھی ہے اور دکھاتا بھی''۔ (۳۰)

مخلص کی غزل غم جاناں کے علاوہ غم دوراں کی بھی آئینہ دار ہے۔ اس حوالے سے آصف ثاقب کا کہنا ہے کہ ''کشمیر کے کھوئے ہوئے حسن، بکھرے بکھرے گلابوں کی پامالی، جلتے بجھتے چناروں کی بدحالی، جھرنوں، آبشاروں کی اشک فشانی، نہروں دریاوں کی بیتابی اس کے تغزل میں بوئے پریشان کی طرح ہویدا و پیدا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

کیوں نہ خوشبوئے وفا مخلص ہو اپنے شعر میں
شعر کی اقلیم میں کشمیر ہے اپنی غزل

مخلص کی غزل میں قدامت و جدت کا امتزاج ملتا ہے۔ وہ قدیم ادبی وفنی روایات کے پالنہار بھی ہیں اور نئے رنگ و رنگے ہوئے بھی۔ ان کی غزل میں غمِ دوراں کا بیان بہت خوبصورتی سے ملتا ہے:

زباں تک لا نہیں سکتے کچھ ایسے حادثے دیکھے
ہمیں زندہ رہے کوئی ہمارے حوصلے دیکھے
اندھیرے میں نکلنا اور گئی شب لوٹ کر آنا
کسے فرصت کے اب بچوں کو ہنستے کھیلتے دیکھے (۳۱)

رہ گیا بے چہرہ اب انسان مشکل ہو گئی
سربریدہ جسم کی پہچان مشکل ہو گئی
میں امیر شہر تک پہنچاؤں کیسے بدعا
کوئی واقف نہیں دربان مشکل ہو گئی (۳۲)

مخلص کے ہاں عہد حاضر کے معاملات یوں رقم ہوتے ہیں:

میں اپنی حسرتوں کے اس لئے بھی ناز اٹھاتا ہوں
بگڑ جاتے ہیں بچے اور بھی والد کی سختی پر
ہمیں چلنا پڑا ہے عمر بھر اپنے ہی سائے میں
کہیں سایہ نہ تھا کوئی زمین بے درختی پر (۳۳)

مخلص کی غزل کا ایک رخ یہ بھی ہے

یہ بات بھی طے ہو گئی ہم اہل یقیں سے
تاریخ بناتے ہیں تو کچھ لوگ ہمیں سے
ہم نے ہی کیا مطلع انوارِ جہاں کو
سورج کبھی نکلا نہیں مغرب کی زمین سے (۳۴)

مخلص بلاشبہ ایک عمدہ شاعر ہیں اور انہیں اس امر کا ادراک و احساس بھی ہے۔ سو وہ کہتے ہیں:

اعداد بھی ہم قیمت و ہم رتبہ ہیں مخلصؔ
حالات بھی کمتر نہیں کچھ میرتقی سے

اسی عہد کے ایک اور اہم شاعر رفیق بھٹی ہیں جو پیشے کے اعتبار سے معاشیات کے استاد ہوئے، لیکن شعر وسخن سے محبت ان کا اصل عمل رہا ہے۔ ان کے ابتدائی دو شعری مجموعے ''ستون دار'' اور ''لہونگر'' ان کی کشمیر سے محبت اور انقلاب کی خواہش کا اظہار یہ ہیں۔ یہ دونوں مجموعے ان کی نظمیہ شاعری پر مشتمل ہیں۔ جبکہ ''ریگ زار'' ان کے غزلیہ کلام کو محیط کرتا ہے۔

رفیق بھٹی کی غزل کے متعلق پروفیسر غازی علم الدین کا کہنا ہے کہ ''رفیق بھٹی کا رنگ تغزل اگر چہ کلاسیکی ہے، لیکن اُنھوں نے روائتی موضوعات سے گریز کیا ہے۔ ان کا اپنا ایک فکری، نظری اور علمی پس منظر ہے۔ ان کے کلام کا مطالعہ کر کے قاری بڑی حد تک ان کے اس پس منظر کو سمجھ جاتا ہے۔ ان کی غزلیں ان کے افکار سے زیادہ ان کے حالات کی ترجمان ہیں اور بڑی حد تک غزل کے رائج الوقت معیار سے منفرد ہیں۔ یہ کلام ماضی اور مستقبل سے زیادہ حال کا غماز ہے، لیکن ماضی کا تجربہ ومشاہدہ اور مستقبل کی پیش بینی بھی اس میں ملے گی''۔ (۳۵)

رفیق بھٹی کے متعلق غازی علم الدین کی رائے بڑی صائب ہے۔ ان کی غزل اس کا بین ثبوت ہے:

ہے ضروری اب نئے افکار کی باتیں کریں
آنے والے وقت کے آثار کی باتیں کریں
وقت کے آسیب دیدہ کھنڈروں کو چھوڑ کر
ایک نئے گھر کے درو دیوار کی باتیں کریں

غازی علم الدین کا کہنا ہے کہ ''رفیق بھٹی کے ہاں صرف معاشرتی المیوں ہی کا بیان نہیں، تغزل کا بانکپن اور شعری شگفتگی بھی ہے، جو انہیں صفف غزل میں منفرد مقام دیتی ہیں''۔ (۳۶)

رفیق بھٹی کی غزل کا انداز.....

فصل گل میں اک گل رو کو گلابی کہہ دیا
کیا غلط ہے گر شرابی کو شرابی کہہ دیا
مست آنکھیں سرخ چہرہ تمتماتے لال گال
یہ سراپا تھا جسے میں نے کتابی کہہ دیا

-o-

محبت کا سفر ہے راستہ دشوار تو ہو گا
طلب گار جنوں، لذت کش آزار تو ہو گا

رفیق بھٹی کا ایک مستقل موضوع ''کشمیر'' ہے جو غزل میں بھی بیان ہوا ہے:

رنگوں کے بدلنے سے تصویر نہیں بدلی
زنجیر تو بدلی ہے تقدیر نہیں بدلی
سپنے تو سہانے ہیں خوابیدہ نگاہوں میں
لیکن ابھی خوابوں کی تعبیر نہیں بدلی

رفیق بھٹی کی غزل میں ترقی پسندانہ فکر اپنے عروج پر ہے:

گرا دی مرے افکار کی دیوار غربت نے
دلِ مغموم کو افلاس کے سرطان کا ڈر ہے

رفیق ایک پُراعتماد شخص و شاعر ہیں، اسی لئے ان کا کہنا ہے:

رفیق اپنے رقیبوں کی رقابت سے نہ گھبرانا
ترا ناقد بھی پڑھنے کو ترا دیوان مانگے گا

پروفیسر غازی علم الدین کا خیال ہے کہ ''رفیق بھٹی کی غزل خوشگوار ہوا کا ایک جھونکا ہے جو دلوں کو چھو کر نکل جاتا ہے''۔ (۳۷)

بلاشبہ رفیق بھٹی آزاد کشمیر کے غزل گو شعراء میں مختلف اور منفرد مقام کے حامل ہیں۔ آزاد کشمیر کے غزل گو شعراء میں ایک اہم نام آمنہ بہار رونؔا کا ہے۔ آمنہ بہار کی شاعری کا اوّلین اور تاحال واحد مجموعہ ''چناروں کی آگ'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ ویسے آمنہ ملک کے موثر ادبی جرائد میں بڑے اہتمام اور احترام سے برابر شائع ہوتی ہیں۔ آمنہ بہار کی شاعری سے متعلق جناب اختر زماں کا کہنا ہے کہ ''جہاں تک رونؔا کی تحریروں کا تعلق ہے تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ رونؔا کو نہ صرف حساس ترین انسان کہا جا سکتا ہے بلکہ اظہار کے حوالے سے ''شدید'' بھی قرار دیا جا سکتا ہے اور جذبے کی شدت ہی رونؔا کی شاعری کا خوبصورت اثاثہ ہے''۔ (۳۸)

معروف شاعر ناصر زیدی کا کہنا ہے کہ ''رونؔا پروین شاکر کے بعد ایک اور انتہائی خوبصورت شاعرہ ہیں جن کے ہاں جذبے سچے نکھرے اور تازہ ہیں''۔ (۳۹)

جناب اعتبار ساجد لکھتے ہیں کہ ''میں سمجھتا ہوں کہ اس عہد کی گرد آلود فضاؤں میں سانس لینے والوں کے لئے رونؔا کے حروف ایسی خوشبو کا جھونکا ہیں جو ذہن و قلب میں نہیں سلگتی روحوں کو معطر کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں''۔ (۴۰)

آمنہ کی غزل کا انداز کچھ یوں ہے:

تاروں کا سفر ہے اور دہکتا ہوا صحرا
اپنا تو یہ عالم ہے کہ بارش بھی جلا دے
صدیوں کی سلگتی ہوئی صحرائی غزل کو
سر سبز سے جذبوں کی امین کوئی گھٹا دے (۴۱)

پھر ان کا کہنا ہے:

راہ کی کٹھنائیاں ہیں اور میں
درد کی پہنائیاں ہیں اور میں
چاند بھی ویراں ہے میری طرح
رات کی تنہائیاں ہیں اور میں (۴۲)
ریشمی آنچل کو لہرانا اب تو بھول گئی
میرے شانوں پر دکھ کا دوشالا رہتا ہے
کرب کی دھیمی آنچ میں تن من جلتا جاتا ہے
چاندنی ایسے درد کا دل پر بالا رہتا ہے (۴۳)

آزادکشمیر کی ادبی تاریخ میں آمنہ بہار پہلی اور بہت حد تک اولین شاعرہ ہیں جو ادبی حلقوں میں ایک باوقار پہچان رکھتی ہیں۔ اُنہوں نے آزادکشمیر میں اُردوغزل کے سفر کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔

اسرار ایوب آزادکشمیر سے تعلق رکھنے والے ایک باصلاحیت اور صاحب توقیر شاعر ہیں۔اسرار ایوب بلاشبہ ایک تازہ کار شاعر ہیں جن کی فنی صلاحیتوں کا بھرپور اعتراف کیا گیا ہے۔اسرار ایوب کے شائع ہونے والے شعری مجموعوں میں ''سرسوں برسوں کی''، ''برف سے حرف''، ''شاردا'' اور ''سرد دھوپ'' شامل ہیں، جنہیں ادبی حلقوں میں بڑی پذیرائی ملی۔

اسرار ایوب کی شاعری کے حوالے سے جناب احمد ندیم قاسمی کا کہنا ہے کہ 'اسرار ایوب نے اپنی شاعری کے لئے وہ موضوع منتخب کیا ہے جو ہمیشہ نیا رہے گا۔ یہ موضوع حسن و محبت کی کارفرمائی ہے اور ظاہر ہے انسان سائنسی اور مادی لحاظ سے ہزار ترقی کر جائے اس کے باطن میں حسن سے متاثر ہونے اور محبت کرنے کی توانائی کو کبھی زوال نہیں آئے گا۔ بغرض محال اگر یہ زوال آیا بھی تو انسان، انسان کے بجائے کوئی اور مخلوق بن جائے گا کہ محبت ہی انسان کی شناخت بھی ہے اور تکمیل بھی۔ اسرار ایوب نے اسی مثبت اور کردارساز جذبے کی شاعری کی ہے جو اسی لئے براہِ راست دل پر اثر انداز ہوتا ہے''۔

سید ضمیر جعفری کا لکھنا ہے کہ ''مناظر فطرت کے ساتھ اپنی روح کی والہانہ ہم آہنگی اور اس کے فنکارانہ اظہار کے لحاظ سے اگر اس کو اُردو شاعری کا ابھرتا ہوا ورڈز ورتھ (Words Worth) کہا جائے تو اس میں مبالغہ نہ ہوگا۔ اس کا فن جمیل بھی ہے اور جلیل بھی.....اسرار ایوب میرے نزدیک ہمارے ان شعراء میں سے ہے جو اپنے ذہن سے زندگی رقم کر رہے ہیں''۔

سید نصیر شاہ کا خیال ہے کہ ''غالب برباد شدہ تمدن کی راکھ میں بھی زندگی کی چنگاریاں تلاش کر کے ان سے امید کی شمعیں جگمگا لیتا تھا۔ اسرار ایوب غالب نہیں مگر غالب کی طرح اکیلا ہے، تنہا ہے۔ آنے والے روشن دور کے خواب بننے والا اور ہم قنوطیت زدہ لوگوں کو آس دلانے والا''۔

زندگی آمیز شاعری کرنے والا اسرار صبر ایوب کے ساتھ غزل کے راز اسرار کھولنے میں مصروف ہے۔ اس کی غزل کا انداز منفرد بھی ہے اور روایت سے منسلک بھی:

فضاء دشت میں کچھ سایہ داد سا ہی تو ہے
کہ ذکرِ یار بھی بزم چنار سا ہی تو ہے
بھرے ہوئے ہیں کسی کے خیال وخواب کے پھول
ہمارے دل کا بھی موسم بہار سا ہی تو ہے (۴۴)
ملال میں بھی رہا لطف شادیانوں کا
اسی طرح کی تھی بارات آج پھر یارو
کسی کے کانچ سے لفظوں کی ریشمی چھب سے
سرور مست رہی مات، آج پھر یارو

اسرار کا فن ریاض جاری رہا تو اس کی غزل یوں گنگنائی

مجھ پر میرے خدا کے انعام کی طرح ہیں
یہ برف بار بادل الہام کی طرح ہیں
جاڑے کی چاندنی میں تیرے خیال چننے
ریشم کی شال بننے کے کام کی طرح ہیں (۴۵)

اسرار ایوب کی غزل کا ایک روپ یہ بھی ہے:

آہوں کی دو بانسریوں کا سینہ خالی ہو جائے
آگا گر میں آگ بھریں اور چشمہ خالی ہو جائے
خالی ہاتھ گھروں کو آئے شام ہوا کی دستک ہو
جب بھی رُت کی تبدیلی سے قصبہ خالی ہو جائے

کشمیر بھی اسرار کی غزل کا عنوان ہوا ہے:

ترے شوخ آنچل سے اے میری جاں
مہکتے ہیں کشمیر کے زعفران
ملے اب بھی نیلم سے جہلم وہیں
کسی روز بچھڑے تھے ہم تم جہاں (۴۶)

اگر مبالغے سے مکمل گریز بھی کیا جائے تو کہنا ہو گا کہ اسرار ایوب آج کے آزاد کشمیر میں غزل کے سب سے منفرد و توانا تخلیق کار ہیں۔ جس کی سوچ وفکر، اصطلاحات ومرکبات اور انداز وادا سب سے جدا ہے۔ آزاد کشمیر کے غزل گو شعراء میں ایک اہم نام ڈاکٹر سید نثار ہمدانی کا ہے۔ ''چنار، چاندنی اور چنبیلی'' جیسے خوبصورت مجموعے کے خالق نثار

ہمدانی کی غزل کا انداز یہ ہے:

بارشوں میں مبتلائے پیاس رہنا چاہیے
زندگی میں کچھ فریب آس رہنا چاہیے
ان کی محفل میں فقط ان پر نظر اچھی نہیں
دوسروں کا بھی ذرا احساس رہنا چاہیے (۴۷)

نثار ہمدانی کی غزل کا ایک روپ یوں بھی ہے:

اپنی آنکھوں میں محبت کے یہ منظر رکھنا
میری یادوں کو ہر اک سوچ کا محور رکھنا
اس کی یادیں نئے انداز سے آتی ہوں گی
تم در و بام تصور کے سجا کر رکھنا (۴۸)

نثار ہمدانی نے اُردو غزل کی اپنے تئیں بھرپور آبیاری کی۔ اسلم راجا، نثار ہمدانی کے ہم عصر شعراء میں ایک اور معتبر نام ہے۔ ''کونپل کا بدن'' تخلیق کرنے والے اسلم راجا نے بھی غزل کہی۔ ان کا دوسرا شعری مجموعہ ''آب ریزے'' زیر اشاعت ہے۔

اسلم راجا کی غزل کا انداز:

مسکراتا پھول سمجھا تھا، شرر نکلا
جو اپنا تھا وہی دربان دگر نکلا
جسے سونپا تھا تزئین چمن کرنا
وہ تزئین چمن سے بے خبر نکلا (۴۹)

اسلم راجا یوں غزل کناں ہیں:

''پھر حریف بہار ہو بیٹھے''
پھر مسرت کا راز کھو بیٹھے
اب تو راہوں پہ دھند چھائی ہے
نقش پا کو بھی لوگ دھو بیٹھے (۵۰)

اسلم راجا نے بساط بھر شعر و ادب کی خدمت کی۔ ان کے ہم سفروں ایک اہم نام صابر حسین صابر کا ہے۔ ''دشت تنہائی'' اور ''ہجر کے بعد'' جیسے شعری مجموعوں کے خالق صابر نے غزل بھی کہی ہے۔ ان کی غزل کے حوالے سے میر واصف علی لکھتے ہیں کہ ''صابر حسین اپنی شعر گوئی میں ذاتی غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ ان کی غزلوں کا مترنم لہجہ ان کی خاص خصوصیت ہے''۔ (۵۱)

پروفیسر کرم حیدری کا کہنا ہے کہ ''صابر حسین صابر کو فطرت نے شاعر پیدا کیا تھا۔ اس شاعری کا لباس

خوبصورت ہے، مگر لباس کے اندر جو جسم ہے وہ زیادہ خوبصورت ہے''۔ (۵۲)

صابر کی غزل:

چہرۂ زیست کا جمال ہیں ہم
عاشقانِ وفا خصال ہیں ہم
تیرے در پہ زباں نہیں کھلتی
سر بہ سر صورتِ سوال ہیں ہم (۵۳)

یا پھر وہ کہتے ہیں:

دل تیری یاد سے بیگانہ کہاں ہوتا ہے
یہ وہ افسانہ ہے اشکوں سے بیاں ہوتا ہے (۵۴)

صابر یوں بھی غزل سرا ہوتے ہیں:

اک جانِ غزل کا خط آیا اک سرو چمن کی یادآئی
اک رشک چمن کا ذکر چھڑا اک شعلہ بدن کی یادآئی (۵۵)

آزاد کشمیر میں شعر وسخن کے عمل کو آگے بڑھانے والوں میں ایک اہم نام شفیق راجا کا ہے۔ وہ شاعر بھی ہیں اور شاعر ساز بھی۔ ان کا شعری مجموعہ ''میں حرف حرف سمیٹوں'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ وہ پروفیسر عبدالعلیم صدایقی کے شاگرد اور تربیت یافتہ ہیں۔ 'مطلع' اور 'طلوع ادب' باغ کے علاوہ ''نعت کا سفر'' ان کا ایک ایسا تحقیقی کام ہے جو انہیں بہت اعتبار بخش گیا ہے۔ ان کی غزل کا انداز کچھ ایسا ہے

بہت کٹھن ہے محبت میں سرخرو ہونا
کسی کلی کا گلستان کی آبرو ہونا
کسی کی یاد کو دل میں سنبھال کر رکھنا
وفا کے صحرا میں آنکھوں کا آبجو ہونا (۵۶)

یا پھر وہ لکھتے ہیں کہ:

اک منظر کچھ ایسا رکھا تھا
بھول نہ پایا جو دکھا تھا
اک چہرہ آنکھوں میں سجا تھا
جوسپنوں میں آن بسا تھا (۵۷)

کوئے جاناں میں کریں ہم سنگ ہائے درشمار
حسرتوں، آشاؤں، جذبوں کو کریں اکثر شمار

ایک حیرت کا سمندر موجزن پاتے ہیں ہم
جب تخیل میں کبھی کرتے ہیں ہم پیکر شمار (۵۸)

شفیق راجا غم دوراں کو بھی غزل میں سموتے ہیں:

ستم شعار زمانے میں رہنما ٹھہرے
جو کم عیار تھے سارے وہ پارسا ٹھہرے
مرے وطن میں وہ منصف وہ عدل کے داعی
وہ جن کے داغِ قبا تمغہء صفا ٹھہرے

شفیق راجا نے اُردو وغزل کو آبدار و تاجدار بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

آزاد کشمیر کے غزل گو شعراء میں ناز مظفرآبادی ایک اضافہ ہیں۔ ''دسترس'' اور ''سرگوشی'' ایسے شعری مجموعوں کے خالق ناز مدتوں سے شعر وسخن کے ناز اٹھانے میں مصروف ہیں۔ ان کی غزل کچھ ایسی سو ادبی ہے کہ پڑھتے ہوئے مزہ آ جاتا ہے:

سازشیں ذہنوں میں یوں پلتی رہیں
بارشوں میں بستیاں جلتی رہیں
غم چھپانے کو غزل کہتے رہے
دکھ کی شاخیں پھولتی پھلتی رہیں (۵۹)

ناز کی غزل کی میں ناز و ادا کے بجائے سنگلاخ حقیقتوں کو موضوع بنایا گیا ہے:

بھوک، بیماری، ہلاکت، نفرتوں کی زد میں ہے
آدمی کی ذات، کتنے زلزلوں کی زد میں ہے
گو سفر انسان کا جاری ہے تار وزِ ازل
منزل مقصود لیکن، فاصلوں کی زد میں ہے (۶۰)

آزاد کشمیر سے تعلق رکھنے والے نسبتاً نئے شعراء میں ایک اہم نام احمد عطا اللہ کا ہے۔ دبستان ''فنون'' کے تربیت یافتہ احمد عطا اللہ ایک زورآور شاعر ہیں:

بے جھجک نام کیوں لیا میرا
کچھ تعلق ہے آپ کا میرا
جب عطا دیکھا آسمان کی طرف
پھر کسی نے نہ سچ سنا میرا

-o-

سر پہ وہموں سے آسمان سیا
ہم نے خود کو بہت ہلاک کیا
زندگی آپ کی امانت تھی
دربدر جس کو ہم نے دان کیا (۶۱)

آزاد کشمیر کی دھرتی سے ابھرنے والا ایک اور خوبصورت شاعر واحد اعجاز ہمدانی ہے۔''راستہ مت بدل''، واحد اعجاز کا اولین شعری مجموعہ ہے۔اس کی شاعری سے متعلق سعداللہ کا کہنا ہے کہ''میر واحد اعجاز کی شاعری فطرت کی سچائی اور خوبصورتی سے جنم لیتی ہے۔وہ ٹوٹ کر محبت کرنے والا، اپنی دھن کا پکا اور قول کا سچا فنکار ہے''۔(۶۲)

اسی طرح احمد حسین مجاہد لکھتے ہیں کہ''واحد مستعار تجربات کا دف نہیں بجاتا، محبت اس کا اوڑھنا بچھونا ہے۔اس پر جو گزرتی ہے وہ اپنے الفاظ میں اسے اس شدت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ اس کے شعر کی محض ہلکی سی آنچ سے بھی پہاڑوں پر سے برف پگھلنے لگتی ہے''۔(۶۳)

واحد اعجاز کی غزل کا انداز یوں ہے:

دل کی گلیوں میں ویرانی کر جائیں گے
خواب بھی اک دن نقل مکانی کر جائیں گے
ایک دن پھر کچھ خواب آئیں گے قائل کرنے
ہم سوچیں گے اور نادانی کر جائیں گے (۶۴)
ایسے منظر کھلے تھے کہ بینائی سے خوف آنے لگا
رات پہلی دفعہ مجھ کو تنہائی سے خوف آنے لگا
داستان گو نے یوسف کا قصہ سنایا پڑاؤ کی شب
پھر نہ سویا کوئی، بھائی کو بھائی سے خوف آنے لگا (۶۵)

واحد اعجاز یقیناً ایک اہم غزل گو شاعر ہیں۔ان کا تخلیقی سفر جاری ہے۔محمد جمیل اجملؔ بھی ایک نوعمر شاعر تھے۔ان کا شعری مجموعہ''آس کا جگنو چمکا ہے'' کے نام سے شائع ہوا۔بدقسمتی سے وہ جواں عمری میں موت کا شکار ہوئے۔جمیل اجملؔ کی غزل کا اسلوب و انداز روایت سے جڑا ہوا ہے۔ان کی غزل کچھ یوں سامنے آئی۔

بات ہوتی تھی کوبکو تیری
ہم بھی کرتے تھے گفتگو تیری
ذرے ذرے میں تیرا جلوہ تھا
زلف بکھری تھی چار سو تیری (۶۶)

شباب سلاسل پہ پیری کے دن ہیں
فقیران زنداں کی میری کے دن ہیں
ملے ہم کو آزادیوں کے لئے جو
وہ دو چار دن بھی اسیری کے دن ہیں (۶۷)

آزادکشمیر کے نئے غزل گوشعراء میں شہباز گردیزی نے بڑی تیزی سے اپنی شناخت بنائی بھی اور مستحکم بھی کی۔ ''حقیقتوں کے عذاب'' اور ''خواب کون دیکھے گا'' کے خالق شہباز گردیزی نے خوبصورت غزل لکھی ہے۔ وہ یوں لکھتے ہیں:

پیاسوں نے کئی دن سے ندی کو نہیں دیکھا
اک عمر ہوئی تیری گلی کو نہیں دیکھا
اوروں کو ملیں تخت مجھے دربدری ہی
قدرت نے کبھی میری کمی کو نہیں دیکھا (۶۸)
کب تک تو مجھے رنجش بے جا میں رکھے گا
اب اور کتنے دن مجھے دنیا میں رکھے گا
کب تو دکھائے گا مجھے خواب ملن کے
کب تک تو مجھے وادی تنہا میں رکھے گا (۶۹)

شہباز گردیزی کے ساتھ آزادکشمیر کے غزل گوؤں میں افضل ضیائی کا نام بھی اہم ہے۔ ان کا شعری مجموعہ ''میرے خواب زنجیریں'' کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ ان غزل کا روپ کچھ ایسا ہے:

حریف جاں پہ چلو پھر سے اعتبار کریں
یہ زیست شئے ہی نہیں ایسی جس کو پیار کریں
عجب یہ لوگ ہیں اور ان کی عقیدتیں بھی عجیب
عطا پہ پھول کریں اور نذر دار کریں (۷۰)

اعجاز نعمانی ایک پرگواور خوبصورت غزل گوشاعر ہیں۔ آپ کا کلام سلجھا نکھرا بھی ہے اور چنیدہ پسندیدہ بھی۔

حسن اور اتنی فراوانی کے ساتھ
دیکھتا رہتا ہوں حیرانی کے ساتھ
تم بھی ہو غالب کے شعروں کی طرح
کب سمجھ آتے ہو آسانی کے ساتھ
غم غلط ہوتا ہے اور کس کو دیکھ کر
جی بہلتا ہے غزل خوانی کے ساتھ (۷۱)

آزادکشمیر کے شعرا میں زیداللہ فہیم بھی ایک معتبر نام ہے۔ ان کی غزل روائتی غزل کہلاسکتی ہے۔ لیکن ان کے ہاں غمِ دوراں کا بیاں بھی پایا جاتا ہے:

راتوں کو جاگ کے چرغہ کاتا ملی ہے وہ مزدوری
جس سے ماں کے لال کی ہوتی فیس نہیں پوری
اس کے اہل دل ہونے کا بہت سنا تھا لیکن
پاس گئے تو ہم نے جانا یوں ہی تھی مشہوری (۷۲)

دلشاد اریب بھی دل و جاں سے شعر سے تعلق نبھا رہے ہیں۔ 'بساط جان' انکا شعری مجموعہ ہے، جو کافی مشہور ہوا۔ ان کی غزل:

آنکھوں کے راستے سے جو دل میں اتر گیا
راہ وفا میں اس کا مقدر سنور گیا
دھڑکا تھا جس کو دیکھ کے دل زور سے مرا
گو پاس سے وہ شخص بھی یوں ہی گزر گیا (۷۳)

اکرم سہیل آزادکشمیر کے خوبصورت اور مشہور شاعر ہیں۔ وہ عموماً نظم کہتے ہیں۔ لیکن اُنہوں نے کم کم سہی، غزل بھی کہی ہے:

لے کے پھرتے رہے انا ہم لوگ
ورنہ تھے یوں نہ بے وفا ہم لوگ
ہم شناسا تھے تیری صورت سے
پر کہاں تجھ سے آشنا ہم لوگ (۷۴)
اپنی محفل میں کبھی ہم کو گوارا کیجئے
دل بچھا دیں گے ذرا ذکر ہمارا کیجئے
ہم نے پھولوں کو بہاروں میں جلتے دیکھا
یوں بہاروں کو نہ گلشن میں اتارا کیجئے (۷۵)

آزادکشمیر میں متذکرہ بالا شعراء کے علاوہ بھی ایک بڑی تعداد نوآموز شعراء کی موجود ہے۔ اسی طرح بعض ایسے شعراء بھی ہیں جو غزل کے بجائے نظم کہنے میں زیادہ سہولت محسوس کرتے ہیں۔ جہاں تک غزل کا تعلق ہے تو پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آزادکشمیر میں 1947ء کے بعد اُردو شاعری نے بالعموم، اور اُردو غزل نے بالخصوص اپنا سفر پورے وقار کے ساتھ جاری رکھا۔ اس میں ہیت، موضوعات اور ڈکشن کے لحاظ سے کافی تجربات بھی ہوئے، لیکن ان سب کے باوجود غزل کا روائتی انداز و اسلوب بہر حال موجود بھی رہا اور حاوی بھی۔ آزادکشمیر میں قابل لحاظ اُردو غزل تخلیق ہوئی اور یہ عمل پورے تواتر کے ساتھ آج بھی جاری ہے۔ آزادکشمیر کے کئی غزل گو شعراء ایسے ہیں

اور ایسے ہوئے ہیں جنہیں اُردو ادب کے کڑے معیار پر پرکھا جا سکتا ہے اور وہ یقیناً سا پر پورا اترتے ملیں گے۔ آزادکشمیر میں اُردوغزل جاندار ماضی کو دیکھ کر ہم اس شاندار مستقبل کی نشاندہی بلاخطر کر سکتے ہیں۔ یقیناً جوں جوں وقت گزرے گا اُردوشعراء و ادب اور غزل کی مختلف جہتیں نمو و اظہار پائیں گی اور ایسا آزادکشمیر میں بھی ہو گا کہ آزادکشمیر کا ادبی ماحول وفضائیں غزل کے لئے راس ہی نہیں نئی آس کی پیامبر بھی ہیں۔

حوالہ جات:

(۱) عسکری آزر، کشت زعفران، کشمیر نیشنل بک فاؤنڈیشن بینک روڈ مظفرآباد، جولائی 1976ء (گزارش احوال ص ’و‘)

(۲) عسکری آزر، کشت زعفران، کشمیر نیشنل بک فاؤنڈیشن بینک روڈ مظفرآباد، جولائی 1976ء (گزارش احوال ص ’و‘)

(۳) عسکری آزر، کشت زعفران، کشمیر نیشنل بک فاؤنڈیشن بینک روڈ مظفرآباد، جولائی 1976ء صفحہ 63

(۴) عسکری آزر، کشت زعفران، کشمیر نیشنل بک فاؤنڈیشن بینک روڈ مظفرآباد، جولائی 1976ء صفحہ 73

(۵) ضیاءالحسن ضیاء، حرف و حکایت، ارشد بک سیلرز، علامہ اقبال روڈ میر پور، صفحہ 161

(۶) ضیاءالحسن ضیاء، حرف و حکایت، ارشد بک سیلرز، علامہ اقبال روڈ میر پور، صفحہ 162

(۷) قاسمی امین طارق مالا میں دھاگہ، ڈاکٹر محمد رفیع الدین، مرکز تحقیق گورنمنٹ کالج میر پور آزادکشمیر 2014ء، صفحہ 25

(۸) صدیقی عبدالعلیم، نہاں خانۂ دل، مقبول اکیڈمی، سرکلر روڈ چوک اُردو بازار لاہور 2010ء، صفحہ 20

(۹) صدیقی عبدالعلیم، نہاں خانۂ دل، مقبول اکیڈمی، سرکلر روڈ چوک اُردو بازار لاہور 2010ء، صفحہ 25

(۱۰) صدیقی عبدالعلیم، نہاں خانۂ دل، مقبول اکیڈمی، سرکلر روڈ چوک اُردو بازار لاہور 2010ء، صفحہ 27

(۱۱) صدیقی عبدالعلیم، نہاں خانۂ دل، مقبول اکیڈمی، سرکلر روڈ چوک اُردو بازار لاہور 2010ء، صفحہ 33

(۱۲) آفاقی صابر، شہر تمنا، آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور 1980ء

(۱۳) آفاقی صابر، شہر تمنا، آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور 1980ء، صفحہ 8

(۱۴) آفاقی صابر ڈاکٹر، سارے جہاں کا درد، پوسٹ بکس نمبر 9 مظفرآباد آزادکشمیر، 2000ء، صفحہ 1

(۱۵) آفاقی صابر ڈاکٹر، ہمہ آفتاب بینم، عصر جدید مظفرآباد 2010ء صفحہ ٹ

(۱۶) آفاقی صابر ڈاکٹر، ہمہ آفتاب بیم، عصر جدید مظفرآباد 2010ء صفحہ ث

(۱۷) آفاقی صابر ڈاکٹر، شہر تمنا، آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور، صفحہ 96,29

(۱۸) آفاقی صابر ڈاکٹر، سارے جہاں کا درد، پوسٹ بکس نمبر 9 مظفرآباد آزادکشمیر، 2000، صفحہ 73,9,6

(۱۹) آفاقی صابر ڈاکٹر، ہمہ آفتاب بینم، عصر جدید مظفرآباد، (ب)

(۲۰) آفاقی صابر ڈاکٹر، ہمہ آفتاب بیم، عصر جدید مظفرآباد، 2014ء، صفحہ 11,40,45

(۲۱) طاہر اکرم، سروش، گورنمنٹ کالج میر پور، 2014، صفحہ 127

(۲۲ط طاہر اکرم، سروش، گورنمنٹ کالج میر پور، 2014، صفحہ 380

(۲۳) انجم نذیر، قرض سخن، نکس پبلی کیشنز میر پور، دسمبر 2011ء، (فلیپ)

(۲۴) انجم نذیر، قرض سخن، نکس پبلی کیشنز میر پور، دسمبر 2011ء، صفحہ 38,46,271,399
(۲۵) انجم نذیر، قرض سخن، نکس پبلی کیشنز میر پور، دسمبر 2011ء، صفحہ 12
(۲۶) مغل افتخار، انکشاف، اساطیر لاہور، 2003، صفحہ 17
(۲۷) مغل افتخار، انکشاف، اساطیر لاہور، 2003، صفحہ 19
(۲۸) مغل افتخار، انکشاف، اساطیر لاہور، 2003، صفحہ 184، 194
(۲۹) وجدانی مخلص، صیلبوں کا شہر، ادبیات مظفرآباد، 1995، صفحہ 5
(۳۰) وجدانی مخلص، صیلبوں کا شہر، ادبیات مظفرآباد، 1995، صفحہ 6
(۳۱) وجدانی مخلص، صیلبوں کا شہر، ادبیات مظفرآباد، 1995، صفحہ 9
(۳۲) وجدانی مخلص، صیلبوں کا شہر، ادبیات مظفرآباد، 1995، صفحہ 12
(۳۳) وجدانی مخلص، صیلبوں کا ش، ادبیات مظفرآباد، 1995، صفحہ 12
(۳۴) وجدانی مخلص، صیلبوں کا ش، ادبیات مظفرآباد، 1995، صفحہ 49
(۳۵) علم الدین غازی، تخلیقی زاویے، مثال پبلی شرز، رحیم سنٹر پریس مارکیٹ فیصل آباد، 2017، صفحہ 164
(۳۶) علم الدین غازی، تخلیقی زاویے، مثال پبلی شرز، رحیم سنٹر پریس مارکیٹ فیصل آباد، 2017، صفحہ 165
(۳۷) علم الدین غازی، تخلیقی زاویے، مثال پبلی شرز، رحیم سنٹر پریس مارکیٹ فیصل آباد، 2017، صفحہ 169
(۳۸) رونا، آمنہ بہار، چناروں کی آگ، صفحہ 9
(۳۹) رونا، آمنہ بہار، چناروں کی آگ، صفحہ 10
(۴۰) رونا، آمنہ بہار، چناروں کی آگ، صفحہ 11
(۴۱) رونا، آمنہ بہار، چناروں کی آگ، صفحہ 47
(۴۲) رونا، آمنہ بہار، چناروں کی آگ، صفحہ 51
(۴۳) رونا، آمنہ بہار، چناروں کی آگ، صفحہ 87
(۴۴) ایوب اسرار، سرسوں برسوں کی، ایمپریسن پریس اسلام آباد، 1994ء
(۴۵) ایوب اسرار، برف سے حرف، اکرم آکیڈ 29 ٹمپل روڈ صفان والا چوک لاہور، 1995ء، صفحہ 12
(۴۶) ایوب اسرار، سرد دھوپ، مراسم پبلشرز، اسلام آباد، 2007ء، صفحہ 18
(۴۷) ہمدانی سید نثار حسین، چنار چاندنی اور چنبیلی، کشمیر سوسائٹی آف سائنٹیفک اینڈ سوشل ریسرچ مظفرآباد، 1993ء، صفحہ 20
(۴۸) ہمدانی سید نثار حسین، چنار چاندنی اور چنبیلی، کشمیر سوسائٹی آف سائنٹیفک اینڈ سوشل ریسرچ مظفرآباد، 1993ء، صفحہ 158
(۴۹) راجہ اسلم، کونپل کا بدن، ادارۂ معارف کشمیر ہاڑی گہل، باغ آزاد کشمیر، 1984ء، صفحہ 14
(۵۰) راجہ اسلم، کونپل کا بدن، ادارۂ معارف کشمیر ہاڑی گہل، باغ آزاد کشمیر، 1984ء، صفحہ 20
(۵۱) صابر، حسین صابر، دشت تنہائی، بزم قلم قرطاس پاکستان 1984ء، صفحہ 53

(۵۲) صابرحسین صاؔبر، ہجر کے بعد،علم وعرفان پبلشرز، اُردو بازار لاہور، 2007ء،صفحہ 11
(۵۳) صابر،حسین صاؔبر، دشت تنہائی، بزمِ قلم قرطاس پاکستان 1984ء
(۵۴) صابرحسین صاؔبر، ہجر کے بعد،علم وعرفان پبلشرز، اُردو بازار لاہور، 2007ء،صفحہ 47
(۵۵) صابرحسین صاؔبر، ہجر کے بعد،علم وعرفان پبلشرز، اُردو بازار لاہور، 2007ء،صفحہ 48
(۵۶) راجہ شفیق، میں حرف حرف سمیٹوں،طلوعِ ادب باغ، 2002ء،صفحہ 34
(۵۷) راجہ شفیق، میں حرف حرف سمیٹوں،طلوعِ ادب باغ، 2002ء،صفحہ 36
(۵۸) راجہ شفیق، میں حرف حرف سمیٹوں،طلوعِ ادب باغ، 2002ء،صفحہ 46
(۵۹) مظفرآبادی ناز، دسترس، مثال پبلشرز فیصل آباد، 2004ء،صفحہ 31
(۶۰) مظفرآبادی ناز، سرگوشی، مثال پبلشرز فیصل آباد، 2008ء،صفحہ 27
(۶۱) قاسمی احمد ندیم، فنون، ستمبر، دسمبر 1992ء، ملک چیمبرز، لوئر مال روڈ،صفحہ 412
(۶۲) ہمدانی واحد اعجاز، راستہ مت بدل،خزینہ علم وادب لاہور، 2004ءصفحہ 159
(۶۳) ہمدانی واحد اعجاز، راستہ مت بدل،خزینہ علم وادب لاہور، 2004ءصفحہ 75
(۶۴) ہمدانی واحد اعجاز، راستہ مت بدل،خزینہ علم وادب لاہور، 2004ءصفحہ 47
(۶۵) ہمدانی واحد اعجاز، راستہ مت بدل،خزینہ علم وادب لاہور، 2004ءصفحہ 99
(۶۶) اجمل محمد جمیل، آس کا جگنو چمکا ہے،خزینہ علم وادب لاہور، 2003ء،صفحہ 17
(۶۷) اجمل محمد جمیل، آس کا جگنو چمکا ہے،خزینہ علم وادب لاہور، 2003ء،صفحہ 59
(۶۸) گردیزی سید شہباز، حقیقتوں کے عذاب، الحمد پبلشرز باغ، 2003ء،صفحہ 133
(۶۹) گردیزی سید شہباز، خواب کون دیکھے گا،طلوع ادب باغ، 2008ءصفحہ 117
(۷۰) ضیائی محمد افضل، میرے خواب زنجیریں، مکتبہ جدید پریس، 2003ءصفحہ 14
(۷۱) ندیم خاور، ماہیل، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج باغ، 2009ء،صفحہ 253
(۷۲) علم الدین غازی، سروش، گولڈ جوبلی نمبر گورنمنٹ کالج میرپور، 2008ء،صفحہ 382
(۷۳) ادیب دلشاد، بساط جاں،طلوع ادب باغ، 2005ء،صفحہ 40
(۷۴) سہیل اکرم، نئے اُجالے میں خواب میرے، جمہوری پبلی کیشنز لاہور، 2015ء،صفحہ 208
(۷۵) سہیل اکرم، نئے اُجالے میں خواب میرے، جمہوری پبلی کیشنز لاہور، 2015ء،صفحہ 205